قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 11 جولائی 2020ء | 19 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:165

فرمان رسول ﷺ

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے۔ گرمیوں کے دن تھے آپ دوپہر کو آرام کے لیے لیٹ گئے۔حضرت ام سلیمؓ نے آپ کا پسینہ مبارک ایک شیشی میں محفوظ کرلیا۔آنحضرت ﷺ کے دریافت کرنے پر کہ اے ام سلیم!اس کا کیا کرو گی؟حضرت ام سلیمؓ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ہم اس پسینہ کو بچوں کے لیے برکت کا ذریعہ تصور کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا:ٹھیک ہے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب طیب عرق النبی والتبرک بہ)

حضرت سلطان القلم کے رشحات قلم

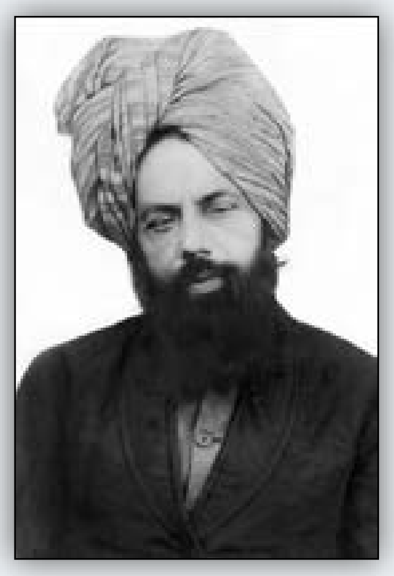

ایک صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تعویذ کا بازو وغیرہ مقامات پر باندھنا اور دم وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ جناب مولانا حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ:۔

’’احادیث میں کہیں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ نہیں؟

حکیم صاحب نے عرض کی کہ لکھا ہے کہ خالد بن ولیدؓ جب جنگوں میں جاتے تو آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک جو کہ آپ کی پگڑی میں بندھے ہوتے آگے کی طرف لٹکا لیتے۔پھر آنحضرت ﷺ نے صرف ایک دفعہ صبح کے وقت سارا سر منڈوایا تھا تو آپ نے نصف سر کے بال ایک خاص شخص کو دے دیئے اور نصف سر کے بال باقی اصحاب میں بانٹ دیئے۔آنحضرت ﷺ کے جبہ مبارک کو دھو دھو کر مریضوں کو بھی پلاتے تھے اور مریض اس سے شفایاب ہوتے تھے۔ایک عورت نے ایک دفعہ آپ کا پسینہ بھی جمع کیا۔

یہ تمام اذکار سن کر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ پھر اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ بہر حال اس میں کچھ بات ضرور ہے جو خالی از فائدہ نہیں ہے اور تعویذ وغیرہ کی اصل بھی اس سے نکلتی ہے بال لٹکا ئے تو کیا اور تعویذ باندھا تو کیا۔میرے الہام میں جو ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔آخر کچھ تو ہے تبھی وہ برکت ڈھونڈیں گے مگر ان تمام باتوں میں تقاضائے محبت کا بھی دخل ہے۔‘‘(ملفوظات جلد سوم صفحہ 358,357 جدید ایڈیشن)

حضرت منشی عبداللہ سنوریؓ صاحب سرخی کے چھینٹوں والے کرتہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

’’میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ کرتہ بڑا مبارک ہے اس کو تبرک لے لینا چاہیے۔پہلے میں نے اس خیال سے کہ کہیں حضور جلدی انکار نہ کر دیں حضور سے مسئلہ پوچھا کہ حضور کسی بزرگ کا کوئی تبرک کپڑے وغیرہ کا لیکر رکھنا جائز ہے؟فرمایا:ہاں جائز ہے۔رسول اللہ ﷺ کے تبرکات صحابہ نے رکھے تھے۔پھر میں نے عرض کیا کہ حضور خدا کے واسطے میرا ایک سوال ہے۔فرمایا کہو کیا ہے؟عرض کیا کہ حضور یہ کرتہ تبرکاً مجھے دیدیں۔فرمایا نہیں یہ تو ہم نہیں دیتے۔میں نے عرض کیا حضور نے ابھی تو فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تبرکات صحابہ نے رکھے۔اس پر فرمایا:کہ یہ کرتہ میں اس واسطے نہیں دیتا کہ میرے اور تیرے مرنے کے بعد اس سے شرک پھیلے گا اس کی لوگ پوجا کریں گے۔اس کو لوگ زیارت بنالیں گے۔میں نے عرض کیا کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے تبرکات سے شرک نہ پھیلا۔فرمایا:میاں عبداللہ دراصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے تبرکات جن صحابہ کے پاس تھے وہ مرتے ہوئے وصیتیں کر گئے کہ ان تبرکات کو ہمارے کفن کے ساتھ دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔جو تبرک جس صحابہ کے پاس تھا وہ ان کے کفن کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔میں نے عرض کیا کہ حضور میں بھی مرتا ہوا وصیت کر جاؤں گا کہ یہ کرتہ میرے کفن کے ساتھ دفن کر دیا جاوے۔فرمایا ہاں اگر یہ عہد کرتے ہو تو لے لو۔‘‘

(سیرۃ المہدی روایت نمبر 98 صفحہ:69-68)

ارشاد باری تعالیٰ

وَ قَالَ لَهُمۡ نَبِیُّهُمۡ اِنَّ اٰیَةَ مُلۡکِهٖۤ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ التَّابُوۡتُ فِیۡهِ سَکِیۡنَةٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ اٰلُ مُوۡسٰی وَ اٰلُ هٰرُوۡنَ تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔(البقرہ:۲۴۹)

ترجمہ :۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ یقیناً اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق تمہارے پاس آئے گا جس میں تمہارے ربّ کی طرف سے سکینت ہو گی،اور (اس چیز کا) بقیہ ہو گا جو موسیٰ کی آل اور ہارون کی آل نے (اپنے پیچھے) چھوڑا۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔یقیناً اس میں تمہارے لئے (ایک بڑا) نشان ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

فرمان خلیفہ وقت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

جیسا کہ میں نے کہا صرف خود ہی نیک اور عبادت گزار نہیں بننا بلکہ اپنی اولادوں میں بھی یہ نیکی پیدا کرنی ہے۔صحیح عبادت کرنے والا وہی ہے جو اپنی اولاد میں بھی یہی نیکی قائم رکھتا ہے۔

ایک روایت ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے۔مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ایک یہ کہ وہ صدقہ جاریہ کر جائے،یا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں،تیسرے نیک لڑکا جو اس کے لئے دعا کرتا رہے۔(صحیح مسلم)

پس نیک لڑکا جو دعائیں کرنے والا ہوگا،وہ بھی اس کے لئے ایک طرح کا صدقہ جاریہ ہی ہے۔ہر احمدی کو اپنی اولاد کی تربیت کی طرف بہت توجہ دینی چاہیے۔

پھر ایک روایت ہے حضرت ایوبؓ اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔(ترمذی ابواب البر والصلۃ باب فی ادب الولد)

پھر ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا اس کے لئے صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا پاکیزہ خوراک وہ ہے جو تم خود کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری عمدہ کمائی میں شامل ہے۔

(ترمذی ابواب الاحکام باب ان الوالد یاخذمن مال ولدہ)

اولاد کی عمدہ کمائی سے مراد یہ ہے کہ ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ وہ نیک ہوں عبادت گزار ہوں۔جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا کہ وہ تمہارے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ان کی تعلیم کا خیال رکھا جائے۔بچوں کی تعلیم کا خیال رکھنا بھی تمہارے فرائض میں داخل ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 23تا29/اپریل 2004ء صفحہ 10,9)

اس شمارہ میں

- مجھ سے ناراض ترے صدقے مری جان نہ ہو
- ظہور امام مہدی اور ہماری ذمہ داریاں
- پانچویں صدی کے مجدد حضرت ابوحامد الغزالیؒ
- حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ مبلغ انگلستان

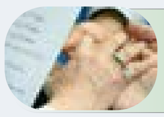

دربارِ خلافت

عہدہ بھی ایک عہد ہے

ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے عہدیداران کو، کارکنان کو کہ عہدہ بھی ایک عہد ہے، خدمت بھی ایک عہد ہے جو خدا اور اس کے بندوں سے ایک کارکن، ایک عہدیدار، اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے کرتا ہے۔ اگر ہر عہدیدار یہ سمجھنے لگ جائے کہ نہ صرف قول سے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس بات پر قائم ہو کہ خدمت دین ایک فضل الٰہی ہے۔ میری غلط سوچوں سے یہ فضل مجھ سے کہیں چھن نہ جائے تو ہماری ترقی کی رفتار اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی گنا بڑھ سکتی ہے۔

ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے، ایک سوچنے کا مقام ہے کہ امانت ایمان کا حصہ ہے، اگر امانت کی صحیح ادائیگی نہیں کر رہے، اگر اپنے عہد پر صحیح طرح کاربند نہیں، جو حدود تمہارے لئے متعین کی گئی ہیں ان میں رہ کر خدمت انجام نہیں دے رہے تو اس حدیث کی رو سے ایسے شخص میں دین ہی نہیں اور دین کو درست کرنے کے لئے اپنی زبان کو درست کرنا ہوگا۔ اور فرمایا کہ زبان اس وقت تک درست نہ ہوگی جب تک دل درست نہ ہوگا اور پھر ایک کڑی سے دوسری کڑی ملتی چلی جائے گی۔ تو حسین معاشرے کو قائم رکھنے کے لئے ان تمام امور کی درستگی ضروری ہے۔

ایک بات اور واضح ہو کہ صرف منہ سے یہ کہہ دینے سے کہ میرا دل درست ہے، کافی نہیں۔ ہر وقت ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ ہماری پاتال تک سے واقف ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے اس لئے اپنے تمام قبلے درست کرنے پڑیں گے۔ تو خدمت دین کرنے کے مواقع بھی ملتے رہیں گے۔ تو یہ تقویٰ کے معیار قائم رہیں گے تو نظام جماعت بھی مضبوط ہوگا اور ہوتا چلا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

تقویٰ کے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے بشارت

ایسے عہدیدار جو پورے تقویٰ کے ساتھ خدمت سرانجام دیتے ہیں اور دے رہے ہیں ان کے لئے ایک حدیث میں جو میں پڑھتا ہوں، ایک خوشخبری ہے۔ حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

کہ وہ مسلمان جو مسلمانوں کے اموال کا نگران مقرر ہوا، اگر وہ امین اور دیانتدار ہے اور جو اسے حکم دیا جاتا ہے اسے صحیح صحیح نافذ کرتا ہے اور جسے کچھ دینے کا حکم دیا جاتا ہے اسے پوری بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ اس کا حق سمجھتے ہوئے دیتا ہے تو ایسا شخص بھی عملاً صدقہ دینے والے کی طرح صدقہ دینے والا شمار ہوگا۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

تو دیکھیں نیکی سے کس طرح نیکیاں نکلتی چلی جا رہی ہیں۔ خدا کی جماعت کی خدمت کا موقع بھی ملا، خدا کی مخلوق کی خدمت کا موقع بھی ملا، حکم کی پابندی کرکے، امانت کی ادائیگی کرکے، صدقے کا ثواب بھی کما لیا۔ بلاؤں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ کرلیا، اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل ہوگئی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8/ اگست 2003ء)

آج کی دعا

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُبَارَکًا حَیْثُ مَا کُنْتُ

ترجمہ: ’’اے میرے رب! مجھے ایسا مبارک کر کہ ہر جگہ کہ میں بود و باش کروں برکت میرے ساتھ رہے‘‘۔

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1۔صفحہ 621)

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی دائمی برکت کے حصول کی دعا ہے۔ قریبًا 1883ء میں حضرت مسیحِ موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہامی طور پر برکت کے حصول کے لئے یہ دعا سکھائی۔ ان حالات میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیحِ الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہمیں صفائی کی طرف خاص توجّہ دلائی ہے۔ اس میں جسم کی صفائی، گھر کی صفائی، کپڑوں کی صفائی، مسجد کی صفائی، غرض پورے ماحول کی صفائی شامل ہے۔ اس دعا کو بھی کثرت کے ساتھ پڑھیں۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

مجھ سے ناراض ترے صدقے میری جان نہ ہو

(نظم جو برمقام کوہ ڈلہوزی کہی گئی تھی)

دل یہ کہتا ہے اس در پہ رما دے دھونی
نفس کہتا ہے کہ اٹھ مفت میں ہلکان نہ ہو

زندگی ہیچ ہے انسان کی دنیا میں اگر
سینہ میں قلب نہ ہو قلب میں ایمان نہ ہو

میرے مذہب میں اسلام کا دعویٰ باطل
جب تلک سینہ میں ایمان سے غلیان نہ ہو

آدمی وادیٔ ظلمت میں بھٹکتا مر جائے
رہنمائی کا اگر عرش سے سامان نہ ہو

چھوڑ کر راہ خدا راہِ بُتاں پر مت جا
عقل دی ہے اللہ نے تجھے نادان نہ ہو

رحم کر ظلم نہ ڈھا آہِ غریباں سے ڈر
کام وہ کر کہ جسے کر کے پشیمان نہ ہو

ہاتھ گر کام میں ہو دل میں ربِّ ارباب
کوئی مشکل نہیں دنیا میں کہ آسان نہ ہو

سر میں ہو جوشِ جنوں دل میں عشق محبوب
خوف دوزخ نہ ہو پھر خواہشِ رضوان نہ ہو

اب تو خواہش ہے کہ وہاں جا کے لگائیں ڈیرا
دیکھنے کو بھی جہاں صورتِ انسان نہ ہو

دل میں اک آگ ہے اور سینہ مرا غم سے تپاں
وائے قسمت اگر اس درد کا درمان نہ ہو

ہوں گنہگار ولے ہوں تو ترا ہی بندہ
مجھ سے ناراض ترے صدقے میری جان نہ ہو

(اخبار الحکم قادیان 28 ستمبر 1920ئ)

اداریہ

ظہور امام مہدی اور ہماری ذمہ داریاں

مجھے میرے ایک قابل قدر دوست نے گزشتہ دنوں ایک ویڈیو بھجوائی۔ گو یہ ویڈیو قریباً ایک سال پُرانی ہے۔ لیکن جو مضمون اس ویڈیو میں بیان ہوا ہے اور جن امور کی اس میں نشان دہی کی گئی ہے اُن پر آج بھی کوئی دو رائے نہیں۔ وہ امور آج بھی اسی طرح زندہ اور ہر ایک کو دعوت عام دے رہے ہیں جس طرح ایک سال قبل تھے۔

یہ ویڈیو ''جشن ظہور امام زمانہ'' کے ایک اجتماع پر بنائی گئی ہے جو شعبان 1440ھ (2019ء) کی ہے اور کری والا براستہ منڈی شاہ جیونہ جھنگ پاکستان میں منعقد ہوا۔ اس کے بانی پیر مراتب علی شاہ تھے۔ اس موقع پر ایک بزرگ اپنے چند ہم نواؤں کے ساتھ ایک پنجابی نظم بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں۔جس کے ابتدائی بول یہ ہیں۔

اومولیٰ مہدی جلد آ
تیرے دیدار دی اے منشاء
تیری اے تک تک کے راہ
اکھیاں تھک گیناں
تیری پک جھلک ویکھن لئی
ہرمومن بے تاب اے
اومولیٰ مہدی جلد آ
تیرے دیدار دی اے منشاء

اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجتا رہا ہے اور چودھویں صدی کے مجدد بارے قرآن وحدیث میں صریحاً علامات موجود ہیں۔ قرآن کریم کے آخری پارہ میں آخری زمانہ کی علامات کھول کھول کر بیان ہوئی ہیں۔اس آخری زمانہ میں اسلام کو غلبہ عطا ہوگا۔ اسلام کا بول بالا ہوگا۔صلیبی عقائد پاش پاش ہوں گے۔ (مسند احمد بن حنبل)۔ وہ فارسی النسل ہوگا۔ (بخاری، کتاب التفسیر)۔ اُس کے ہاتھوں عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ ظہور پذیر ہوگا۔(ابو داؤد، کتاب المہدی)۔وہ لوگوں کو دین محمدی اور شریعت سکھلائے گا۔ (بحارالانوار، جلد 13، صفحہ 17)۔ اللہ تعالیٰ امام مہدی اور اس کے اصحاب کے ذریعہ بدعتوں کو مٹادے گا۔ (بحار الانوار، جلد 13 ،صفحہ 11)۔ امام مہدی کے ذریعہ خلافت علی منہاج النبوہ قائم ہوگی۔ (تجدید احیاء دین، تالیف مولوی مودودی)۔ امام مہدی کی جماعت اس کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گی۔ (ینابیع المودّہ ،جلد 3، صفحہ 136)۔ علماء وقت اس پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے۔ (حجج الکرامہ، صفحہ 363) اس کے علاوہ اور بہت سی علامات امام مہدی کی بیان ہوئی ہیں۔

تاہم اس آخری زمانہ کی علامات سورۃ التکویر میں بیان ہوئی ہیں۔ جیسے اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی۔(5)۔ دریاؤں کے پانیوں کو آپس میں ملایا جائے گا۔(7)۔ دنیا ایک گھر کی مانند ہوگی۔(8)۔ طباعت خانے عام ہوں گے۔(11) ۔ آسمان کی کھال اُتاری جائے گی۔(12) ۔ اور احادیث کے مطابق اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔قرآن کے الفاظ باقی رہ جائیں گے۔مسجدیں آباد مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم)۔لوگ ہدایت اور راہنمائی کے لئے علماء کے پاس جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سؤروں کی طرح پائیں گے۔ (کنزالعمال ، حدیث 2013)۔ بحار الانوار کے مطابق امانت میں خیانت ہوگی۔ جھوٹ بولنا جائز سمجھیں گے۔سود کھائیں گے۔ رشوت کا بازار گرم ہوگا۔خون کرنا عام ہوگا۔نمبردار خائن ہوں گے۔قوم کا سردار اخلاق کے لحاظ سے ان میں رزیل ترین ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

(جلد 13، صفحہ 153)

آنحضور ﷺ نے امام مہدی کا ظہور چودھویں صدی میں قرار دیا ہے بلکہ علامہ عبدالغفور نے النجم الثاقب میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفٰی ﷺ نے فرمایا کہ جب 1240 برس بعد از ہجرت گزر جائیں گے تب اللہ تعالیٰ امام مہدی کو بھیجے گا۔ (جلد 2، صفحہ 209)

تمام امت مسلمہ حضرت امام مہدی کا انتظام کرتی رہی۔قصیدے لکھے گئے، مضامین شائع ہوئے۔ مذکورہ بالا علامات کا ذکر کر کر کے اس کی آمد کا انتظار کیا گیا مگر جب پندرھویں صدی کا آغاز ہونے والا تھا تو کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ چودھویں صدی کو ختم نہیں ہونے دے گا۔ اس کو کھینچ کر اتنا لمبا کر دے گا جب تک امام مہدی کا ظہور نہ ہوجائے۔ ہم نے پندرھویں صدی کا آغاز ہوتے بھی دیکھا اور اب 40 سال بھی اس میں سے گزر گئے۔ بظاہر امت مسلمہ امام مہدی کی آمد سے انکار کر بیٹھی۔ مگر امام مہدی کی آمد کی پیشگوئیاں ادحایث میں بیان ہوئی ہیں اس لئے یہ چیز بھی انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیتی کہ اگر انکار کر دیں تو سیدنا حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی پیشگوئیوں کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے گاہے بگاہے وہ امام مہدی کے آنے کا انتظار یا اس طرح کی محفلیں منعقد کرتے رہتے ہیں تا یہ مسئلہ زندہ رہے۔ وہ جانتے ہیں کہ امام مہدی حضرت مرزا غلام احمد کی صورت میں ظاہر ہوچکا ہے۔ اس نے تمام علامات موعودہ کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے اور سچوں کی طرح اس کی سچائی اللہ تعالیٰ تمام دنیا میں پھیلا رہا ہے۔ مگر ان کو ماننے کی توفیق نہیں مل رہی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بِشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

پھر آج کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسٰیؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسٰیؑ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا ۔اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسٰیؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بے زار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسٰی کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسکو روک سکے۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 67)

پھر فرماتے ہیں:

''اور صحیح بخاری میں صاف لفظوں میں لکھا گیا ہے کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔سو یہ امر سراسر تقویٰ کے خلاف ہے کہ اللہ اور رسول کے بیان سے سرکش رہیں۔ دیکھو یہی علماء کیسے شوق سے چودھویں صدی کے منتظر تھے اور تمام دل بول اٹھے تھے کہ اسی صدی کے سر پر مہدی اور مسیح پیدا ہوگا۔ بہت سے صلحا اور اولیاء کے کشف اس بات پر قطع کر چکے تھے کہ مہدی اور مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔ اب ان کے دلوں کو کیا ہوگیا۔''

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11، صفحہ 322)

ان حالات میں ہم افراد جماعت احمدیہ خوش نصیب ہیں جن کو آنحضور ﷺ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق امام آخرالزمان کو ماننے کی توفیق ملی اور پیارے رسول خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کا مبارک سلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کو پہنچانے کی توفیق پائی۔ خلافت علیٰ منہاج نبوت کے ہم تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''اٰمَنُوْا'' کی توفیق دی تو اب ضرورت ''عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' میں بہتری لانے کی ہے۔ آج نہ ماننے والوں کی طرف سے دنیا بھر میں بدیوں اور نالائقیوں کا جو واویلا کیا جارہا ہے۔ آج ہمیں دعاؤں اور اعمال صالحہ سے اس بے راہ روی کے معاشرہ کو اسلامی معاشرہ بنانا ہے۔ تاہم اور دنیا بھی امام مہدی کی آمد کے پھلوں سے استفادہ کرسکیں۔

☆...☆...☆

پانچویں صدی کے مجدد حضرت ابو حامد الغزالیؒ

(باسل احمد بشارت)

نام ونسب

آپ کا نام محمد، کنیت ابو حامد اور لقب حجۃ الاسلام تھا۔عوام الناس میں آپ امام غزالی کے نام سے مشہور ہیں۔ پورا نام محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی تھا۔آپ کے والد ماجد کا نام بھی محمد تھا جو روئی کاتا کرتے اور طوس میں اپنی دوکان پر اسے بیچا کرتے تھے۔

بعض علماء کے نزدیک اسی مناسبت سے آپ کو غزالی کہا جاتا تھا۔لیکن تاج الاسلام ابن خمیس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غزالی نے مجھے کہا کہ لوگ مجھے ’غزّالی‘‘یعنی روئی کاتنے والا کہتے ہیں جبکہ میں غزّالی نہیں بلکہ ’’غزَالِی‘‘ ہوں یعنی طوس کے گاؤں غزالہ کا رہنے والا۔ (سیر اعلام النبلاء جزء 14 صفحہ 278)

امام غزالی کے والد نیک صالح شخص تھے لیکن غریب اور روئی کی کمائی سے جس قدر ملتا اسی کا کھانا کھاتے۔ اور اہل فقہ کی مجالس میں آتے جاتے اور ان کی خدمت کیا کرتے تھے اور جس قدر ممکن ہوتا ان پر بطور احسان خرچ کیا کرتے تھے۔ اور جب ان کا کلام سنتے تو رو پڑتے تھے اور خدا تعالیٰ کے حضور تضرع سے دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ میرے دونوں بیٹوں کو اپنی جناب سے رزق عطا کر اور ان کو فقیہہ بنا۔ پھر جب بھی امام غزالی کے والد محترم کو وقت میسر آتا وہ واعظوں کی مجالس میں جاتے تو رو رو کر اللہ سے التجا کرتے کہ یا اللہ میرے دونوں بیٹوں کو واعظ بنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دونوں دعاؤں کو قبول فرمایا۔

ان کے ایک بیٹے ابو حامد اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ فقیہہ، اپنے زمانہ کے امام اور اپنے میدان کے شہسوار ہوئے۔ اور دوسرے بیٹے احمد ایسے بہترین واعظ بنے کہ بہری چٹانیں بھی پھٹ پڑتیں اور ان کی مجالس ذکر میں حاضرین پر کپکپی طاری ہو جایا کرتی۔

(طبقات الشافعیہ للسبکی جزء 6 صفحہ 194)

پیدائش اور ابتدائی تعلیم و تربیت

آپ 450ھ میں خراسان کے ضلع طوس کے شہر طاہران میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم نے وفات سے قبل اپنے ایک صوفی دوست کو وصیت کی کہ میں تو تعلیم حاصل نہیں کر سکا لیکن میری خواہش ہے کہ تم میرے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ چنانچہ امام غزالی نے ابتدائی تعلیم طاہران میں ہی اس صوفی سے حاصل کی۔ بعد میں جب انکے والد محترم کی جمع پونجی ختم ہوگئی تو صوفی صاحب نے مالی حالات کی تنگی کی وجہ سے ان کی تعلیم سے معذرت کر لی۔ اور مدرسہ میں داخل ہونے کا کہا۔

چنانچہ امام غزالی اپنے بھائی کے ساتھ ایک مدرسہ میں داخل ہو کر تحصیل علم کرنے لگے۔ علامہ سبکی کے نزدیک امام غزالی کی سعادت اور اعلیٰ درجہ کا یہی امر سبب بنا۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی جزء 6 صفحہ 194)

امام غزالی نے فقہ کا ایک حصہ اپنے علاقہ میں ہی احمد بن محمد الراذکانی سے پڑھا۔ اس کے بعد جرجان میں امام ابو نصر اسماعیلی سے تعلیقات نوٹ کیں پھر طوس واپس آ گئے۔

خدائی اشارہ

امام اسعد المیھنی کہتے ہیں کہ میں نے امام غزالی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ واپسی پر راستے میں ہم پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور جو کچھ بھی میرے پاس تھا سب لوٹ لیا۔آپ نے ڈاکوؤں کے سردار سے صرف اپنی تعلیقات کی واپسی کا نہایت عاجزی سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا آپ کو کیا فائدہ براہ کرم مجھے یہ واپس کر دیں۔تو سردار نے کہا کہ ان تعلیقات میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان میں میرا علم ہے جس کے لیے میں نے ہجرت کی اور ان کو لکھا۔ اس پر سردار ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ تم کیسے یہ دعویٰ کر سکتے ہو کہ یہ علم تم نے سیکھا ہے جبکہ ہم نے اسے تم سے چھین لیا اور تم بغیر علم کے ہو گئے اور پھر اپنے ساتھیوں سے کہہ کر وہ تعلیقات واپس دے دیں۔

امام غزالی کہتے ہیں کہ یہ خدائی اشارہ تھا کہ وہ میری اس بارہ میں رہنمائی کرے پس جب میں واپس طوس آیا تو تین سال میں یہ سب تعلیقات وغیرہ حفظ کر لیں کہ اب کوئی ڈاکو مجھ سے میرا علم نہیں چھین سکتا اور میں بغیر علم کے نہیں رہ سکتا۔ (طبقات الشافعیہ للسبکی جزء 6 صفحہ 195)

امام الحرمین کی شاگردی

اس کے بعد آپ نیشاپور چلے گئے اور وہاں امام الحرمین ابو معالی عبدالملک جوینی کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور انتھک محنت کی یہانتک کہ آپ مذہب اور اصول دین، علم الخلاف وعلم منطق میں ماہر ہو گئے ۔آپ نے حکمت اور فلسفہ پڑھا اور ہر ایک پر عبور حاصل کیا۔ ان علوم کے ماہرین کی باتوں کا فہم حاصل کیا جو ان کے غلط دعووں کو رد کیا۔ اور ان علوم کے متعلق کافی کتب تصنیف کیں۔

امام الحرمین اپنے شاگردوں کی تعریف یوں بیان کیا کرتے تھے کہ ’’غزالی بحر زخار ہے، الکیا خونخوار شیر ہے اور خوافی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔‘‘ (سیر اعلام النبلاء جزء 14 صفحہ 274)

وزیر نظام الملک کی مجالس

478ھ میں جب امام الحرمین کی وفات ہوگئی تو امام غزالی وزیر نظام الملک کے دربار میں آ گئے کیونکہ نظام الملک کی مجالس اہل علم سے بھرپور ہوتی تھیں۔ امام غزالی وہاں اس مجلس میں علماء سے مناظرے کیا کرتے اور یوں ان کے اختلافات و تنازعات کو ختم کیا۔آپ کا کلام ان پر غالب ہوا اور ان علماء نے آپ کے علم و فضل کو مانا اور آپ کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور وزیر نظام الملک نے آپ کی قابلیت اور علمی استعداد کے پیش نظر بغداد کے مدرسہ نظامیہ کی تدریس و انتظام 34 برس کی عمر میں آپ کے سپرد کر دیا۔

مدرسہ نظامیہ میں درس و تدریس

آپ 484ھ میں بعمر 34سال بغداد تشریف لائے اور مدرسہ نظامیہ میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ لوگوں نے آپ کے حسن کلام، کمال فضل، فصاحت لسانی، نکات دقیقہ اور اشارات لطیفہ کو پسند کیا اور آپ سے محبت کرنے لگے۔

آپ ایک عرصہ تک یہ تدریسی خدمات بجالاتے رہے اور علم، فتاویٰ اور تصانیف کو پھیلاتے رہے۔ اور آپ کی تبحر علمی اور فراست کی وجہ سے بغداد میں کافی اثر و رسوخ ہو گیا یہانتک کہ آپ ایک بڑے رئیس اور بااثر امراء میں شمار ہونے لگے۔ آپ اس وقت کی اسلامی دنیا کے دو بنیادی حکومتی حلقوں خاندان سلجوق اور آل عباس دونوں کے منظور نظر تھے۔

فرقہ باطنیہ کے رد میں کتاب

487ھ میں جب مستظہر باللہ خلیفہ ہوئے تو امام غزالی نے بھی ان کی بیعت کی۔ پھر خلیفہ نے فرقہ باطنیہ کے رد میں امام غزالی کو کچھ تصنیف کرنے کا کہا تو امام غزالی نے ایک کتاب ’’المستظہر‘‘ تصنیف فرمائی۔ (الغزالی صفحہ 28)

زہد و انقطاع الی اللہ

امام غزالی کا زہد اور انقطاع الی اللہ کا واقعہ بھی منفرد ہے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ آپ بااثر لوگوں میں شامل تھے اور صاحب جاہ وحشمت تھے اور آپ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ مدرسہ نظامیہ کے تین سو طلباء آپ کے شاگرد تھے۔ علم و فضل کا شاہکار تھے۔ لیکن یکدم اس سب جاہ وشہرت سے قطع تعلقی کر کے زہد کو اختیار کر لینا ایک عجیب بات ہے۔ اس کا محرک آپ کی محققانہ فطرت تھی۔ آپ نے بغداد میں موجود تمام دینی و مذہبی فرقوں کا مطالعہ کیا ان کے عقائد کو پرکھا، جانچا۔

امام اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں اس کا مفصل ذکر کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ متکلمین، اہل فلسفہ، باطنیوں، ظاہری، متعبدین، صوفیاء، زنادقہ وغیرہ سے ملتے اور ان سے ان کے عقائد کے بارہ میں معلومات حاصل کر کے انہیں جانچتے تاکہ حق و باطل اور سنت و بدعت میں تمیز کر سکیں۔۔۔۔ آہستہ آہستہ اس کا اثر یہ ہوا کہ عقائد موروثہ کے بندھن ٹوٹ گئے۔ اور آپ نے جانا کہ حقیقی علم تو یہ ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ رہ جائے۔۔۔

اس مقصد کی خاطر آپ نے علم کلام حاصل کیا اس کے محققین کی کتب کا مطالعہ کیا اس کے متعلق تحقیق کی۔ پھر علم فلسفہ سیکھا۔ باوجود اس کے کہ آپ کو 300 طلباء ہونے کی وجہ سے فرصت کم تھی۔ علم فلسفہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے اسے بھی اپنے لیے کافی نہ سمجھا کہ محض عقل تمام مطالب کا احاطہ نہیں کر سکتی اور نہ تمام اسرار سے پردہ اٹھا سکتی ہے۔ پھر باطنیوں کا مطالعہ کیا اس کے بعد تصوف کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس پر ان کی کچھ تسلی ہوئے اور انہوں نے زہد و انقطاع الی اللہ کا فیصلہ کیا۔ (المنقذ من الضلال للغزالی جزء1 صفحہ 109 تا130)

زہد و انقطاع الی اللہ

آپ کے اس قصد سفر پر ائمہ اہل عراق آپ کو ملامت کرنے لگے کیونکہ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ اس ترک و انقطاع کی کوئی دینی وجہ بھی ہو سکتی ہے اس لیے کہ ان کے خیال میں آپ کو دین کا اعلیٰ منصب حاصل تھا اور یہ ان کے نزدیک علم کا انتہائی مقام تھا۔ پھر لوگوں نے طرح طرح کی قیاس آرائیاں کیں۔ حکام بالا کا اصرار تھا کہ میں یہ سفر ترک کر دوں کیونکہ ان کے نزدیک اسلام اور علوم دین کے لیے آپ کی وہاں زیادہ ضرورت تھی۔ اس کے باوجود آپ حج کے لیے ذی قعدہ 488ھ میں روانہ ہوئے اور مدرسہ میں تدریس کے لیے اپنے بھائی کو بطور نائب مقرر کیا۔

(المنقذ من الضلال للغزالی جزء1 صفحہ 175 تا176)

سفر دمشق و بیت المقدس

489ھ میں دمشق گئے جامع دمشق کے غربی منارہ میں اعتکاف کیا۔ وہاں آپ جامع اموی میں شیخ نصر مقدسی کی مجالس میں اکثر جایا کرتے تھے۔ جامع

اموی آپ کی نسبت سے آجکل جامع غزالی کے نام سے مشہور ہے۔

وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد بیت المقدس چلے گئے۔علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ

’’ایک دن آپ مدرسہ امینیہ گئے وہاں کسی مدرس نے جو آپ کو جانتا نہ تھا،اپنے درس کے دوران کہا کہ امام غزالی اس بارہ میں یہ لکھا ہے۔آپ نے وہ فقرہ سن لیا اور اس خیال سے کہ یہ بات مجھ میں عجب اور تکبر پیدا نہ کردے وہاں سے کوچ کر گئے۔‘‘ (طبقات الشافعیہ للسبکی جزء6 صفحہ 199)

علامہ ابن اثیر کے مطابق اسی سفر کے دوران اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ’’احیاء علوم الدین‘‘ تصنیف فرمائی۔جو دمشق میں بہت مقبول ہوئی۔آپ نے تصوف میں شیخ علی فارمدی کی بیعت کی۔

مصر میں آمد

بیت المقدس میں کچھ عرصہ مجاورت اختیار کی اور مقام ابراہیم کی زیارت کی۔اس کے بعد امام غزالی اسکندریہ مصر میں کچھ مدت رہے۔محمد بن یحی عبدری بیان کرتے ہیں کہ ’’میں نے 500ھ میں امام غزالی کو اسکندریہ میں دیکھا یہ ایسے ہی تھا جیسے سورج مغرب سے طلوع ہوا ہو انہوں نے بدعات کا خاتمہ کیا۔لیکن چند دن بعد مجھے ان کی کتب کو محض شک کی بنیاد پرجلائے جانے کی خبر پہنچی۔‘‘ (سیر اعلام النبلاء جزء14 صفحہ 274)

امام غزالی نے مراکش میں یوسف بن تاشفین سے ملاقات کا قصد کیا لیکن اس کی وفات کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا۔غرض دس برس یونہی بیت گئے۔

خلوت سے جلوت کی طرف

اللہ تعالیٰ نے امام غزالی سے جو عظیم کام لینے تھے اس کے لیے ان کا زاویہ خمول سے نکلنا ضروری تھا پس اس صوفیانہ حال میں ایک مدت گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امام غزالی کے دل میں ڈالا کہ اب گوشہ نشینی اور خلوت پسندی محض سستی اور راحت طلبی اور تن آسانی کے لیے ہوگی۔جبکہ زمانہ نبوت سے بُعد کی وجہ سے ہر طرف باطل ہی باطل ہے۔فلسفہ نے مذہب کی حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ظاہری احکام پر عمل کرنے والے تو موجود ہیں لیکن ایمان کی حقیقت سے نابلد۔علماء و فضلاء کی یہ حالت تھی کہ نہ نماز پڑھتے، نہ حرام سے بچتے، شراب خوری، اکل مال یتیم اور رشوت خوری ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔اس پر مستزاد یہ کہ سلطان وقت نے ان کو تاکیدی حکم بھیجا کہ نیشاپور پہنچو اور وہاں کے معاملات سنبھالو۔

امام غزالی نے چند بزرگان سے مشورہ کے بعد ترک عزلت نشینی کا فیصلہ کیا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

’’صالحین نے بھی خوابیں دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدی کے سر پر اس امر میں خیر و رشد کی گواہی دے رہی تھیں۔سب سے بڑھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایسے آدمی پیدا کرتا ہے جو اس امت کے دین کو تازہ کرتا ہے۔ان سب آثار و قرائن سے مجھے بھی اس کی امید پیدا ہوئی، اللہ تعالیٰ نے میرے لیے نیشاپور کا سفر کردیا اور میں نے اس کار عظیم کا ارادہ کرلیا۔۔۔ پانچویں صدی کے شروع میں ایک ہی مہینہ باقی تھا۔یہ ذی قعدہ 499ھ کا واقعہ ہے۔بغداد سے ذی قعدہ 488ھ میں نکلا تھا اس طرح سے میری گوشہ نشینی کی مدت 11 سال ہوتی ہے۔یہ سب خدائی تقدیر ہے۔‘‘ (المنقذ من الضلال جزء1 صفحہ 196-197)

نیشاپور میں درس و تدریس

ذی قعدہ 499ھ میں امام غزالی نیشاپور روانہ ہوئے اور مدرسہ نظامیہ کی مسند درس کو زینت بخشی اور دوبارہ تدریس کا کام شروع کردیا۔لیکن پہلے کی اور اب کی تدریس میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔آپ خود فرماتے ہیں کہ پہلے میں حصول جاہ کے لیے پڑھاتا تھا اب اپنی اور متعلم کی اصلاح کے لیے پڑھاتا ہوں۔

تصنیفات پر اعتراضات

آپ کی شہرت اور چرچے عالم اسلام میں پھیلے ہوئے تھے اور حکومتی سطح پر اور عوام الناس میں بھی آپ کی قدر و منزلت بھی بہت تھی۔یہ بات حاسدین کو ہضم نہ ہوئی۔اور انہوں نے آپ کے خلاف مختلف پروپیگنڈے کرنے شروع کر دیئے۔اور آپ کی تصنیفات کے مختلف معانی بنا کر اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی اور سلطان وقت کو بھی اکسانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔کسی شخص نے اس پر اپنی دلی تکلیف کا اظہار کیا تو آپ نے اس کا مفصل جواب دیا جو رسالہ فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ کے نام سے موجود ہے:

’’برادر مشفق! حاسدین کا گروہ جو میری بعض تصنیفات پر نکتہ چینی کر رہا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ تصنیفات قدمائے اسلام اور مشائخ اہل کلام کے خلاف ہیں اور یہ کہ اشعری کے عقیدے سے بال برابر ہٹنا کفر ہے اس پر جو تم کو صدمہ ہوتا ہے اور تمہارا دل جلتا ہے میں اس سے واقف ہوں لیکن عزیز من! تم کو صبر کرنا چاہیے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطاعن سے نہ بچ سکے تو میری کیا ہستی ہے؟‘‘ (فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ صفحہ 13 تا15)

تدریس سے معذرت

ملک شاہ کے بیٹے سلطان سنجر سلجوقی کے دور حکومت اور نظام الملک کے بیٹے فخر الملک کے زمانۂ وزارت میں آپ نے مدرسہ نظامیہ کی تدریس سے معذرت کرلی اور طوس واپس آگئے اور وہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور تعلیمی و تربیتی خدمات بجالانے لگے۔

500ھ میں جب نظام الملک کے بڑے صاحبزادے احمد وزیر اعظم مقرر ہوئے تو انہوں نے مدرسہ نظامیہ کے لیے آپ کو دوبار دعوت دی۔اور اس وقت کے عباسی خلیفہ نے بھی اس بارہ میں امام غزالی کو تحریک کی اور تمام ارکان خلافت عباسی نے دستخطوں کے ساتھ ایک عریضہ آپ کی خدمت میں بھجوایا۔نیز احمد بن نظام الملک نے بھی ایک الگ خط لکھا۔ان تمام خطوط کے جواب میں امام غزالی نے بغداد نہ آنے کے متعدد عذر کیے جن میں سے ایک یہ تھا کہ طوس میں ڈیڑھ سو کے قریب طلباء تحصیل علم میں مشغول ہیں جو بغداد آنے سے قاصر ہیں۔دوسرے ان کے اہل و عیال کے لیے بغداد آنا مشکل ہوگا۔تیسرے یہ کہ میں نے مقام ابراہیم پر عہد کیا ہے کہ کبھی مناظرہ و مباحثہ نہ کرونگا۔جبکہ بغداد میں ایسا ممکن نہیں۔پھر یہ کہ دربار خلافت میں سلام کے لیے حاضر ہونا پڑے گا جو مجھے قبول نہیں۔نیز بغداد میں میری کوئی جائیداد نہیں۔ان سب باتوں کے پیش نظر آپ نے وہاں جانے سے انکار کردیا۔ (الغزالی صفحہ 51-52)

درس حدیث

امام غزالی اطلبوا العلم من المھد الی کھلا کے مصداق تھے۔عمر کے آخری دور میں آپ نے ایک مشہور محدث حافظ عمر بن ابی الحسن الرواسی سے صحیح بخاری و صحیح مسلم پڑھی اور اس کی سند حاصل کی۔ (سیر اعلام النبلاء جزء 14 صفحہ 265) علامہ ابن عساکر کے نزدیک آپ نے صحیح بخاری ابو اسماعیل حفصی سے پڑھی۔ (الغزالی صفحہ 52)

آخری تصنیف اور وفات

انتقال سے ایک سال قبل آپ نے اصول فقہ پر ایک کتاب ’’المستصفی‘‘ تصنیف کی جو امام صاحب کی آخری معرکۃ الآراء تصنیف تھی۔امام غزالی 14جمادی الثانی 505 ھ کو بعمر 55 سال طاہران میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ کی وفات کے حالات کے بارہ میں علامہ ابن جوزی نے ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت نقل کی ہے کہ ’’دوشنبہ کے دن وہ صبح اٹھے، وضو کرکے نماز پڑھی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں کو لگا کر کہا ’’سمعا و طاعۃ للدخول علی الملك‘‘ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے۔لوگوں نے دیکھا تو روح پرواز کرچکی تھی۔‘‘ (طبقات الشافعیہ للسبکی جزء6 صفحہ 201)

آپ کی اولاد میں صرف بیٹیوں کا ذکر ملتا ہے۔

فضائل و مناقب

امام غزالی نے اپنی علمی و عملی خدمات اور ہمہ گیر شخصیت سے عالم اسلام پر گہرا اثر ڈالا۔ان کی تصانیف نے مسلمانوں کو ایک نیا میدان تحقیق فراہم کیا۔آپ کے دور میں مسلمان علمی کمزوریوں کے علاوہ اخلاقی و اصلاحی کمزوریوں کا بھی شکار تھے اور غفلت و جہالت کے بادل ان پر چھا گئے تھے۔ایسے نازک دور میں آپ نے اپنی سحر انگیز خطابت اور اپنی روحانی اثر انگیز شخصیت سے مسلمانوں میں دینی و ایمانی روح پھونک دی۔مادہ پرستی کے اس دور میں آپ نے لوگوں کو دنیا طلبی کی جگہ خدا طلبی کی خواہش پیدا کردی۔علماء جو مختلف اخلاقی گراوٹوں کا شکار تھے ان کو توجہ دلائی اور ان کو صراط مستقیم پر چلایا۔اور آپ نے اپنے علم و عمل سے اس صدی کے لوگوں کو تمام مروجہ علوم سے بہرہ ور کیا۔اور اخلاق کریمہ سے مزین کیا۔

آپ کا ایک کارنامہ تو فلسفہ و باطنیت کے مقابل پر اسلام کا دفاع کیا جبکہ دوسرا کارنامہ زندگی و معاشرت کا اسلامی جائزہ اور اس کی اصلاح و تجدید کی کوشش تھی، آپ کی اس کوشش کا نتیجہ آپ کی تصنیف احیاء علوم الدین ہے۔

آپ نے سلاطین و حکام وقت کے سامنے کلمہ حق کہا۔ان کے دین اسلام کی طرف توجہ دلائی۔علماء کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا۔عوام کو فکری حریت عطا کی۔اسلام کا غلبہ فلسفہ، باطنیت اور دیگر ادیان باطلہ پر ثابت کر دکھایا۔

تصنیفات

امام غزالی نے 20 سال کی عمر سے لے کر اپنی وفات سے ایک سال قبل تک تصنیف کا کام فرماتے رہے یوں آپ نے سینکڑوں کتب تصنیف کیں۔آپ روزانہ قریباً 16 صفحات تحریر فرماتے۔آپ نے اپنی تصنیفات میں مجتہدانہ انداز میں اصول و عقائد پر گفتگو کی۔صفات باری تعالیٰ، نبوت، معجزات، امور شریعت، جزا سزا، عالم برزخ، قیامت وغیرہ کے متعلق متکلمانہ انداز میں گفتگو کی۔اسی طرح اشعری علم کلام کی تجدید کی خدمت انجام دی۔فلسفہ پر تنقید کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔آپ کی کتاب ’’تہافت الفلاسفہ‘‘ سے اہل فلسفہ میں اضطراب پیدا ہوگیا۔فلسفہ کے علاوہ امام غزالی نے فتنہ باطنیت کے خلاف علمی جہاد کیا۔کتاب المستظہری کے علاوہ اس موضوع پر فضائح الباطنیہ وغیرہ بھی لکھی۔

آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

المنحول ،المنتحل فی علم الجدل ، تھافت الفلاسفة ،ومشكاة الانوار،المنقذ من الضلال ،الإحياء،كتاب الاَرْبَعِيْنَ، وَكِتَاب القِسطَاس،البَسِيطَ وَ الوسيطَ وَ الوجِيْزَ،المُستصفَى،الاقتصاد فى الاعتقاد،محك النظر،بداية الهداية، فيصل التفرقة بين الإسلام والزندقة وغيره

مبلغین برطانیہ کا تعارف

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحبؓ مبلغ انگلستان

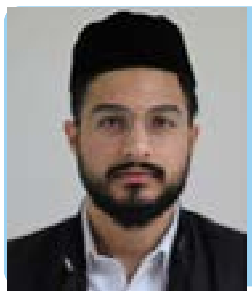

(ندیم احمد بٹ۔مربی سلسلہ)

آپ کی زندگی کے ابتدائی ایام

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ،حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے آپ کے بزرگ عرب سے ایران آئے پھر سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں پنجاب پہنچے اور ملتان اور پاک پتن میں مقیم ہوئے اور عموماً حکومت وقت کی طرف سے قاضی کے عہدہ پر سرفراز رہے۔حضرت اورنگ زیب کے زمانہ میں اس خاندان کے ایک عالم دین بھیرہ کے مفتی بنے اور یہیں آباد ہو گئے۔حضرت مفتی صاحب کے والد ماجد کا نام مکرم مفتی عنایت اللہ صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل وفات) اور والدہ کا نام مکرمہ فیض بی بی صاحبہ (بیعت:1896۔1897ء) تھا۔آپ 11جنوری 1872ء کو بھیرہ میں مفتیوں کے محلہ میں پیدا ہوئے اور انٹرنس تک بھیرہ میں ہی تعلیم پائی۔بعد ازاں حضرت مولانا نور الدین صاحب بھیروی (خلیفۃ المسیح الاولؓ) کی وساطت سے جموں ہائی سکول میں انگلش ٹیچر مقرر ہوئے۔یہ 1890ء کا واقعہ ہے،اسی سال کے آخر میں آپ نے قادیان دارالامان کا پہلا سفر کیا اور 31جنوری 1891ء کو بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ اپنی بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں:’’غالباً دسمبر 1890ء تھا سردی کا موسم تھا۔بٹالہ سے میں اکیلا ہی یکّہ میں قادیان چلا آیا۔اور بارہ آنہ کرایہ دیا۔حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ۔۔۔نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام ایک سفارشی خط دیا تھا۔حضرت کے مکان پر پہنچ کر وہ خط میں نے اسی وقت اندر بھیجا۔حضرت صاحب فوراً باہر تشریف لائے،فرمایا:مولوی صاحب نے اپنے خط میں آپ کی بہترین تعریف کی ہے۔مجھ سے پوچھا:کیا آپ کھانا کھا چکے ہیں۔تھوڑی دیر بیٹھے اور پھر اندرون خانہ تشریف لے گئے۔اس وقت مجھ سے پہلے صرف ایک اور مہمان تھا(سید فضل شاہ صاحب مرحوم)اور حافظ شیخ حامد علی صاحب مہمانوں کی خدمت کرتے تھے اور گول کمرہ مہمان خانہ تھا۔اس کے آگے جو تین دیواری بنی ہوئی ہے،اُس وقت نہ تھی۔رات کے وقت اس گول کمرہ میں عاجز راقم اور سید فضل شاہ صاحب سوئے۔نمازوں کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں جس کو عموماً چھوٹی مسجد کہا جاتا ہے تشریف لائے۔دوسری صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام زنانہ سے باہر آئے۔باہر آ کر فرمایا کہ ’’سیر کو چلیں۔‘‘اس پہلی سیر میں مَیں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ گناہوں میں گرفتاری سے بچنے کا کیا علاج ہے؟فرمایا:موت کو یاد رکھنا۔۔۔میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا چیز تھی جس نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو قبول کرنے اور آپ کی بیعت کر لینے کی طرف مائل کیا۔سوائے اس کے کہ آپ کا چہرہ مبارک ایسا تھا جس پر گمان نہ ہوسکتا تھا کہ وہ جھوٹا ہو۔

دوسرے یا تیسرے دن میں نے حافظ حامد علی صاحب سے کہا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔حضرت صاحب علیہ السلام مجھے ایک علیحدہ مکان میں لے گئے۔جس حصہ زمین پر نواب محمد علی خان صاحب کا شہر والا مکان ہے اور جس کے نیچے کے حصہ میں مرکزی لائبریری رہ چکی ہے جس کے بالاخانہ میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب رہ چکے ہیں (آجکل اگست 1935ء میں وہ بطور مہمان خانہ استعمال ہوتا ہے) اس زمین پر اُن دنوں حضرت صاحب علیہ السلام کا مویشی خانہ تھا۔گائے،بیل اُس میں باندھے جاتے تھے۔اس کا راستہ کوچہ بندی میں سے تھا۔حضرت صاحب علیہ السلام کے اندرونی دروازے کے سامنے مویشی خانہ کی ڈیوڑھی کا دروازہ تھا۔یہ ڈیوڑھی اُس جگہ تھی،جہاں آج کل لائبریری کے دفتر کا بڑا کمرہ ہے۔اس ڈیوڑھی میں حضرت صاحب علیہ السلام مجھے لے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر دیا۔اُن ایام میں ہر شخص کی بیعت علیحدہ علیحدہ لی جاتی تھی۔ایک چارپائی بچھی تھی۔اُسپر مجھے بیٹھنے کو فرمایا۔حضرت صاحب علیہ السلام بھی اسپر بیٹھے،میں بھی بیٹھ گیا۔میرا دایاں ہاتھ حضرت صاحب علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں لیا۔اور دس شرائط کی پابندی کی مجھ سے بیعت لی۔دس شرائط ایک ایک کر کے نہیں دہرائیں بلکہ صرف لفظ دس شرائط کہہ دیا۔‘‘

(ذکر حبیب صفحہ 6اور تاریخ احمدیت جلد 19ص 557)

313صحابہ کرام میں آپ کا نمبر 69ہے۔

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد 3ص 544)

حضرت مفتی صاحب جموں میں پانچ سال ملازم رہے اور اگست،ستمبر 1895ء میں لاہور آ گئے جہاں اسلامیہ ہائی سکول لاہور میں ریاضی کے استاد کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے پھر دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل پنجاب لاہور میں کلرک ہوکر جنوری 1901ء تک لاہور میں رہے۔قیام جموں کے دوران آپ نے بی اے کی تیاری انگریزی عربی اور عبرانی مضامین میں جاری رکھی۔بیعت کے بعد آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایسا عاشقانہ اور والہانہ تعلق پیدا ہوگیا کہ جب تک جموں میں رہے ہر سال موسمی تعطیلات میں قادیان پہنچ جاتے اور لاہور آنے کے بعد تو آپ کا اکثر یہ معمول ہوگیا کہ عموماً ہر اتوار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں حاضر ہوجاتے تھے اور اپنی نوٹ بک میں حضور کے شیریں کلمات خاص اہتمام سے درج کر لیتے اور واپس جاکر دیگر احباب لاہور کو سناتے بلکہ بیرونی ممالک کے احمدیوں کو بھی بھجوادیتے جس سے ان کے ایمان میں بے پناہ ترقی ہوتی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد 19صفحات 557،558،561)

شادیاں اور اولاد

بھیرہ میں محترمہ امام بی بی صاحبہ سے پہلی شادی ہوئی۔یہ بہت خدارسیدہ اور وفاشعار خاتون تھیں۔ان سے دو بیٹے عبد الرحمٰن صاحب اور محمد منظور احمد صاحب اور ایک بیٹی سعیدہ عمر صاحبہ پیدا ہوئیں۔حضرت مفتی صاحب ان کے اخلاص کے ذکر میں ایک واقعہ تحریر بیان فرماتے ہیں:

’’اہلیہ نے اپنے لڑکے عبد الرحمٰن کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک کُرتا تبرک مانگ کرلیا ور اس کرتے سے چھوٹے چھوٹے کرتے بنا کر محفوظ رکھے اور ہر بچہ کو پیدا ہونے کے وقت پہلے وہی کرتا پہنایا۔‘‘(ذکر حبیب ص 173)

1922ء میں امریکہ میں ایک شادی کی جس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ایک شادی ہالینڈ میں ہوئی جس سے ایک بیٹا بھی ہوا مگر دونوں زندہ نہ رہ سکے۔ایک شادی انگلینڈ میں کی تھی جس سے اولاد بھی ہوئی مگر جماعت سے تعلق نہیں ہے۔سب سے آخر میں 68سال کی عمر میں مالا بار کی ایک خاتون محترمہ رقیہ بانو صاحبہ سے شادی کی۔ان سے دو بچے ہوئے۔محترمہ رضیہ صادق صاحبہ جو اپنے والد صاحب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی وفات کے وقت سترہ سال کی تھیں اور ایک بیٹا مفتی احمد صادق صاحب جو صرف ساڑھے چھ سال کے تھے (سابق مبلغ نائیجیریا و امریکہ)۔رضیہ مومن صاحبہ نے اپنے والد محترم کی صفات سے وافر حصہ ورثہ میں پایا۔آپ ایک مثالی خاتون تھیں جن کی زندگی کا محور حصول رضائے الٰہی تھا۔سادہ بےنفس خاتون تھیں۔

(کتاب حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی صفحہ 262تا263)

دین حق کی متعدد خدمات

اس زمانہ میں آپ کو دین حق کی متعدد خدمات بجالانے کی توفیق ملی مثلاً1)۔18مئی 1900ء کو لاہور میں بشپ جارج الفریڈ لیفرائے ’’زندہ رسول اور معصوم نبی‘‘ پر تقریر ہوئی۔انہوں نے لیکچر کے بعد مسلمانوں کو اعتراضات کرنے کا موقعہ دیا جس پر حضرت مفتی صاحب جواب دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور لاٹ پادری کو لاجواب کر دیا۔2)۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ’’منن الرحمٰن‘‘ کی تصنیف کے دوران مفتی صاحب کو عبرانی سیکھنے کا ارشاد فرمایا تا ثابت کیا جاسکے کہ عبرانی کا اصل ماخذ بھی عربی زبان ہی ہے چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے لاہور میں ایک یہودی عالم سے اتنی عبرانی سیکھی اور عبرانی الفاظ کی ایک فہرست حضور انورؑ کی خدمت پیش کی۔اس کے بعد آپ نے عبرانی بائیبل سے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے متعلق پیشگوئیاں بھی نکال کر دیں جن میں سے بعض کا عربی متن ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ صفحہ 111 تا 138 پر درج شدہ ہے۔3)۔1900ء سے آپ نے بیرونی ممالک کے مشہور ’’عمائدین‘‘ اور نامور شخصیتوں کو بذریعہ خط وکتابت تبلیغ کرنے کا آغاز فرمایا اور جلد ہی انگلستان اور امریکہ اور جاپان وغیرہ ممالک تک یہ سلسلہ ممتد ہوگیا4)۔1900ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی پر اتمام حجت کے لئے جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے اشتہارات شائع کیے گئے جو سب حضرت مفتی صاحب ہی کے قلم سے نکلے تھے رسالہ ’’واقعات صحیحہ‘‘ اس دور کی یادگار ہے جو آپ نے شائع کیا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 19صفحات 562تا563)

جولائی 1901ء میں آپ مستقل طور پر ہجرت کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں آ گئے۔ابتدا میں آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے نائب ہیڈ ماسٹر اور 1903ء میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔28مئی 1903ء کو کالج کا افتتاح عمل میں آیا تو آپ اس کے مینیجر اور سپرنٹنڈنٹ اور منطق کے پروفیسر مقرر ہوئے۔مارچ 1905ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو ’’البدر‘‘ کا ایڈیٹر مقرر فرمایا۔اخبار بدر 1914ء تک آپ کی ادارت میں جاری رہا۔اخبار ’’الحکم‘‘ کی طرح ’’بدر‘‘ بھی سلسلہ احمدیہ کی ابتدائی تاریخ کا حامل ہے اور اس کی شاندار خدمات کبھی فراموش نہیں

کی جاسکتی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دونوں اخباروں کو اپنا دست و بازو قرار دیا۔1908ء میں حضرت مسیح موعو دعلیہ السلام نے گوروہر سہائے ضلع فیروزپور کو ایک وفد بھیجا کیونکہ پتہ چلاتھا کہ وہاں حضرت بابانانک کی ایک پوتھی رکھی ہے۔اس وفد میں حضرت مفتی صاحب بھی شامل تھے۔ واپسی پر اس دورہ کی رپورٹ حضرت مفتی صاحب نے حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی جس کو ’’چشمہ معرفت‘‘ کے صفحہ 337 پر درج کیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مفتی صاحب کی انتہائی محبت وعقیدت اور جوشِ خدمت کے باعث آپ کو ’’سلسلہ احمدیہ کا برگزیدہ رکن مخلص دوست‘‘اور’’محب صادق‘‘جیسے فخریہ خطابات سے نوازا۔چنانچہ اشتہار 22اکتوبر 1899ء میں لکھا:

’’مفتی محمد صادق میری جماعت میں سے اور میرے مخلص دوستوں میں سے ہیں ۔۔۔یہ اپنے نام کی طرح ایک محب صادق ہیں ۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 19صفحات 563،564،565،566)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ مولانا نور الدین بھیرویؓ کے عہد خلافت میں آپ نے بدر کی ادارت کے ساتھ ساتھ ہندوستان بھر کے سفر کیے اور وسیع پیمانہ پر پیغام حق پہنچائے نیز احمدیہ پریس کی مضبوطی واستحکام کے لئے ہر ممکن کوشش فرمائی ۔ اس دور میں آپ نے پنجاب کے متعدد مقامات کادرہ کرنے کے علاوہ آپ علی گڑھ ،مظفر نگر ، میرٹھ کانپور،اٹاوہ، لکھنو، شاہجہانپور،جمال پور،مونگھیر،سورج گڑھ،بھاگل پور، بنارس، چڑیاکوٹ،شاہ آباد ،آگرہ، لکھنو اور ریاست کپور تھلہ اور ریاست جموں میں بھی تشریف لے گئے۔خلافت ثانیہ کاعہد مبارک بھی آپ کی دینی خدمات سے لبریز ہے۔اس کے ابتدائی تین سالوں میں آپ جہاد باللسان میں دیوانہ وار مصروف رہے اور بنارس، کلکتہ،سونگرہ،ڈھاکہ،حیدرآباددکن،مدر اس،دہلی اور لاہور جیسے بڑے بڑے شہروں میں آپ کے نہایت بصیرت افروز لیکچر ہوئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 19صفحات566)

انگلستان

10مارچ 1917ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بغرض اعلائے کلمۃ اللہ انگلستان تشریف لے گئے اور یورپ کے سفر میں تبلیغ دین کرتے ہوئے 17اپریل 1917ء کو لندن پہنچے جہاں حضرت قاضی محمد اللہ صاحب پہلے سے سرگرم عمل تھے۔حضرت مفتی صادق صاحب قریباًڈھائی سال تک انگلستان میں فریضہ تبلیغ بجالاتے رہے۔اس دوران میں آپ نے ٹریکٹ شائع کئے ،اہم شخصیتوں مثلاً(1919ء)شہنشاہ جارج پنجم وملکہ معظّمہ سیکرٹری آف سٹیٹ لارڈ مانسٹیگو،وزیراعظم برطانیہ،لندن کے لارڈمیئر اور شہزادہ جاپان یوری ہی ٹوہگاشی فوشی وغیرہ عمائدین کو تبلیغی خطوط لکھے۔ لندن کے ہائیڈپارک ،سنٹرل ہال،مشن ہاؤس اور گرجاگھروں میں لیکچر دیئے۔فرنچ سوسائٹی فلالوجی کے زیر انتظام آپ کے علم اللسان اور دوسرے موضوعات پر کامیاب لیکچر جس پرسوسائٹی نے بی فل کی ڈگری اور ڈپلومہ بھی دیا۔آپ نے پادریوں سے گفتگو کی اور چرچ تک قرآنی پیغام پہنچانے کی ہر ممکن تدابیر اختیار فرمائیں جس کے نتیجہ میں قریباًایک صَد نفوس دین اسلام میں شامل ہوئے۔لندن کے قریب دوشہروں Leicester اور South Seaمیں لیکچر ز کا موقع ملاپانچ افراد نے دین حق قبول کیا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:’’جس غرض کے واسطے حضرت مرشد صادق مہدی معہود خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں عاجز کو بھیجا تھا وہ گزشتہ اڑھائی سال میں برفاقت برادر عزیز قاضی عبد اللہ صاحب حسب دلخواہ حاصل ہوئی قریب ایک صد نومسلم ہوئے اور قریب پچاس کَس مصدقین ہوئے۔لندن کے مرکز میں سلسلہ احمدیہ کا جھنڈا گڑ گیا۔بہت سے لیکچر ہوئے اخباروں اور رسالوں میں ہماری تصاویر اور مضامین شائع ہوئے ۔ بادشاہوں اور امیروں کو بھی پیغام حق پہنچایا گیا۔ اور غرباء کو بھی تبلیغ کی گئی۔ہزار ہارسالے تقسیم کیے گئے۔مباحثات ہوئے مخالفین کو چیلنج دیئے گئے ۔مضافات میں بھی لیکچر ہوئے اور اشاعت رسالہ جات کی گئی۔غرض ہر قسم کا تبلیغی کام باوجود ایام جنگ کی مشکلات اور دقتوں کے جبکہ اس ملک میں مردوں کی شکل نہ دکھائی دیتی تھی اور گاڑیوں پر بھی عورتیں کام کرتی تھیں ۔ ایسی تنگی اور تکلیف کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے مشن کو کامیاب کیا یہ اس کا فضل ، کرم،رحم،حلم اور غریب نوازی ہے اس غفار ، ستار ، قدیم ، کریم،رحیم کی بخشش ہے ورنہ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔جو ہوا اسی سے ہوا۔ اور آئندہ بھی جو امید ہے اسی سے ہے، جب قادیان میں خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے میں نے اس ملک میں آنے کے متعلق اشارہ کیا تھا توساری شب لاحول ولا قوۃ الا باللہ میری زبان پر جاری رہااور اسی پاک کلام کے کر شمہائے قدرت میں یہاں دیکھتا رہا ہوں اگر اپنی اس اڑھائی سالہ زندگی کی تفصیل لکھوں تو وہ اسی کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی تفسیر ہوگی اور بس۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 19صفحات 566،567،568)

آپ کی صحت کی کمزوری کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ اور حضرت مولانا عبد الکریم نیر صاحبؓ 6اگست 1919ء کو لندن پہنچ گئے۔ اڑھائی سال تک لندن میں اعلائے کلمہ حق کا حق ادا کرنے والے اس مقبول داعی الی اللہ کو جماعت احمدیہ لندن نے 20جنوری 1920ء کو الوداعی پارٹی دی جس میں شاندار ایڈریس پیش کیا اور متضرعانہ دعاؤں سے رخصت کیا۔

حضرت مفتی صاحب انگلستان میں ہی تھے کہ آپ کوحضرت مصلح موعودؓ نے امریکہ میں پہلا تبلیغی مشن کھولنے کا حکم دیا۔چنانچہ آپ 26جنوری 1920ء کو روانہ ہوئےاورفروری کے دوسرے ہفتے بذریعہ جہاز فلاڈیفیا پہنچے۔آپ امریکہ میں ساڑھے تین سال تک فریضہ بجالاتے رہے اس مختصر سے عرصہ میں آپ نے خدا کے فضل سے احمدیہ مشن کومضبوط بنیادوں پر استوار کردیا دی مسلم سن رائز (THE MUSLIM SUNRISE)جاری کر کے سارے ملک میں حق کی آواز بلند کی آپ کے ذریعہ ڈیٹرائٹ میں پہلا مسجد قائم ہوااور امریکہ میں ایک مخلص جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے ۔اور یہی امور تھے جن کی نسبت آپ شروع سے دعائیں کررہے تھے ۔آپ نے امریکہ سے ایک رپورٹ میں لکھا:

’’مقابلہ بہت بڑے لوگوں سے ہے مگر کچھ غم نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا خدا ہے اور خلیفۃ المسیح کی اور احباب کرام کی دعائیں ہیں اور بزرگوں کی امداد روحانی ہے قریباًہر شب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام یا خلیفہ اول یا حضرت فضل عمر سے ملاقات ہوتی ہے دن بھر اجنبیوں میں ہوتا ہوں رات بھر اپنوں میں‘‘۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے 1920ء کے آخر میں شکاگو اور فروری 1921ء میں ہائی لینڈ پارک کو تبلیغی مرکز بنالیا اور اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کردیا۔آپ کو امریکہ کے مختلف شہروں کی مختلف سوسائٹیوں اور گرجوں میں بھی مدعو کیا گیا آپ کے علمی لیکچروں کی شہرت پریس نے ملک کے کونے کونے تک پہنچادی جیفرسن یونیورسٹی شکاگو نے آپ کی علمی لیاقت اور خدمات برائے بہبودی خلق کو تسلیم کرتے ہوئے ’’پریس کانگرس آف دی ورلڈ‘‘(Press Congress of The World)کے آپ ممبر منتخب ہوئے۔15فروری 1921ء کو آپ نے عیسائی دنیا کو ایک جلسہ میں چیلنج دیا کہ آپ ﷺ نے بخران کے عیسائی وفد کو مسجد بنوی میں عبادت کی اجازت دے کر اخلاق اور رواداری کی شاندار مثال قائم فرمادی ہے کیا عیسائی دنیا میں بھی ایسا حوصلہ ہے کہ مجھے اپنے گرجا میں نماز پڑھنے دے ؟۔اس لیکچر میں اخباروں کے نمائندے بھی موجود تھے جنہوں نے اس چیلنج کو پورے ملک میں اشاعت کی مگر پادریوں نے صاف انکار کردیا۔الغرض حضرت مفتی صاحب امریکہ میں ساڑھے تین سال تک نہایت کامیابی سے تبلیغی فرائض انجام دینے کے بعد 18ستمبر 1923ء کو عازم قادیان ہوئے ۔یورپ و امریکہ سے واپسی کے بعد آپ قادیان میں دوبارہ خدمات بجالانے لگے اس اثناء میں آپ صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور اس منصب کو نہایت قابلیت سے سنبھالا۔ 1924ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے پہلے سفر یورپ کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ بشیراحمد صاحب اور آپ کو نائب امیر مقامی مقرر ہوئے فرمایا:

’’مفتی محمد صادق صاحب بھی پرانے مخلصین میں سے ہیں اور سلسلہ کی خدمات میں انہوں نے بہت حصہ لیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان سے خصوصیت سے محبت تھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایسے خدام میں سے تھے جو ناز بھی کرلیا کرتے تھے اس زمانہ میں بھی خداتعالیٰ نے انہیں تبلیغ کی خدمتوں کا موقع دیا تھا۔‘‘

1926ء میں نظارتوں کا صدر انجمن احمدیہ سے الحاق ہوا تو آپ پہلے ناظر امور خارجہ اور پھر ناظر امور عامہ اور بعض دفعہ ہر دو فرائض انجام دیتے رہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 19صفحات 568،569،570،571)

اکتوبر 1927ء میں آپ سیلون تشریف لے گئے۔کولمبو کے ٹاؤن ہال ،بدھسٹ سوسائٹی اور ویسلے کالج میں آپ کے شاندار لیکچر ہوئے جن کی خبریں’’ ڈیلی نیوز‘‘ نے شائع کیں ۔اہل سیلون آپ کے نورانی شخصیت سے بہت متاثر ہوئے وہ آپ کو ولی اللہ سمجھتے تھے کولمبو کے بعد آپ نے کانڈی میں بہت سی تقریریں کیں۔ 06نومبر 1927ء کو آپ اس جزیرہ کے طول وعرض تک پیغام احمدیت پہنچانے کے بعد ہندوستان روانہ ہوئے۔اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد مبارک کی تعمیل میں کینانور چھاؤنی ،پینگاڈی ، کالیکٹ،بنگلور، کلکتہ ،برہمن بڑیہ،ڈھاکہ ،رنگ پور وغیرہ مقامات میں قیام فرمایااور حق و صداقت کی منادی کرتے ہوئے وارد قادیان ہوئے۔اگلے سال 1928ء میں آپ کراچی اور کلکتہ تشریف لے گئے مئی 1929ء میں آپ نے دوبارہ سیلون کا طویل سفر کیا جہاں ایک ایرانی عالم وصحافی سے آپ کو کامیاب گفتگو کو موقعہ ملا۔سیلون اخبارات کے رپورٹروں سے آپ کی طویل ملاقاتیں ہوئیں اور آپ کے بیانات اخباروں میں شائع ہوئے جس سے ملک بھر میں احمدیت کا خوب چرچا ہوا۔ 20مئی 1934ء کو آپ کشمیر تشریف لے گئے اور نہایت محنت وکاوش سے تین ماہ تک قبر مسیح سے متعلق تاریخی معلومات جمع کیں ان کو ’’تحقیق جدید متعلق قبر مسیح‘‘ کے نام سے شائع فرمادیا جو آپ کا ایک علمی شاہکار ہے ۔فروری 1935ء میں آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کے پرائیوٹ سیکرٹری مقرر کئے گئے۔

حضرت مفتی صاحب کو ایمان کا یہی ارفع مقام حاصل تھا۔ اسی لئے آپ زندگی بھر جہاد کی صف اول میں رہ کر جہاں دلائل کے ذریعہ اسلام

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اور احمدیت کی نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے وہاں آپ نے عشق اور محبت کی گرمی کے ذریعہ بھی لوگوں کو مامور زمانہ کی مقناطیسی کشش سے متاثر کیا۔ ''ذکرحبیب'' آپ کا خاص موضوع تھا۔جس کے بیان کرنے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ حضور علیہ السلام کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت موئثر طریق پر بیان فرماتے تھے جس سے سامعین اپنی روح میں ایک بالیدگی محسوس کرتے تھے۔ اسی لئے جلسہ سالانہ کے موقع پر ''ذکر حبیب'' کے موضوع پر تقریر کے لئے آپ ہی کو منتخب کیا جاتا تھا۔ آپ یہ فرض نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے ادا فرماتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کا شمار ان بزرگ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام میں ہوتا ہے جنہیں بچپن ہی سے ذکر الٰہی کا بہت شغف تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں قبولیت دعا کے بہت سے نشانات کا مشاہدہ کیا جس کی کسی قدر تفصیل ہمیں آپ کے رسالہ ''تحدیث بالنعمت'' میں ملتی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحات 571،572،573)

واقعہ

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی شاندار خدمات کے طویل زمانہ میں بڑے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات، پر لطف مباحثات اور پر کیف لطائف سے لبریز ہے۔ ان دلچسپ واقعات میں سے صرف چند ایک یہاں درج کئے جاتے ہیں جو حضرت مفتی صاحب کے تقویٰ، قابلیت اور اعلیٰ کردار کے عظیم مجاہد ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

''1917ء میں جب کہ جنگ عالمگیر اپنے پورے شباب پر تھی۔ حضور خلیفۃ المسیح نے مجھے حکم دیا کہ (دعوت اسلام) کے لئے انگلستان جاؤ۔ عورتوں نے حضور کی خدمت میں عرض کی حضور سمندری سفر خطرے سے خالی نہیں۔ لوگ گیہوں کی طرح پس رہے ہیں۔ اگر حضرت مفتی صاحب کو ابھی روک لیا جائے تو بہتر ہے۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ گیہوں چکی میں پسنے کے لئے ڈالے جاتے ہیں مگر ان میں سے بھی کچھ اوپر رہ جاتے ہیں جو نہیں پستے۔ تو یہ مفتی صاحب بچے ہوئے گیہوں ہیں پسنے والے نہیں۔ جب ہمارا جہاز بحیرہ روم میں داخل ہوا تو جہاز کے کپتان نے جہاز کے تمام مسافروں کو اوپر ڈیک پر بلایا اور ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ یہ سمندر جس میں ہم داخل ہوئے ہیں جرمن جہازوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ کب ہمارا جہاز ان کے نشانے سے ڈوب جائے۔ اگر ایسا ہوا تو جہاز کے ڈوبنے سے پہلے ایک سیٹی بجے گی۔ چنانچہ کپتان نے سیٹی بجا کر سنائی۔ پھر کہا کہ جب یہ سیٹی بجے تو یہ کشتیاں جو جہاز کے دونوں طرف لٹک رہی ہیں۔ آپ لوگوں کے لئے ہیں۔ پھر نام بنام کشتیوں کے نمبر بتائے اور سلسلہ تقریر رکھتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ ایسے موقعہ پر اپنی اپنی کشتیوں میں بیٹھ جائیں۔ پھر یہ کشتیاں جہاں کہیں آپ لوگوں کو لے جائیں آپ کی قسمت۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ کپتان کے اس لیکچر سننے کے بعد میں اپنے کمرے میں آیا اور اس خطرے سے بچنے کے لئے اللہ کریم سے گڑگڑا کر دعا کی۔ اسی رات میں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے کمرے میں کھڑا ہوا ہے اور مجھے انگریزی میں کہتا ہے۔

''صادق، یقین کرو، یہ جہاز سلامت پہنچے گا''

اس خوشخبری کو پا کر میں نے تمام مسافروں کو اور کپتان کو اطلاع دی اور ایسا ہی ہوا۔ ہمارا جہاز ساحل انگلستان پر سلامتی سے پہنچ گیا۔ کئی جہاز ہمارے سامنے آگے پیچھے، دائیں بائیں ڈوبے۔ ان جہازوں کی لکڑیاں پانی میں تیرتی ہوئی دیکھیں۔ مگر خداوند تعالیٰ نے ہمارا جہاز سلامت پہنچا دیا۔''

(لطائف صادق صفحہ 130،131)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے لاہور کی پنجاب پبلک لائبریری میں ایک کتاب دیکھی جس میں یوز آسف کے نام پر ایک گرجا کا حوالہ دیا گیا تھا۔ مفتی صاحب نے اس کا ذکر قادیان آ کر حضرت اقدس علیہ السلام سے کیا۔ حضرت نے فرمایا ''وہاں سے وہ کتاب لے آئیں۔'' جب مفتی صاحب لائبریری میں گئے تو اس کتاب کا نام بھول گئے۔ ہر چند تلاش کیا مگر کتاب نہ ملی۔ جب تک نام معلوم نہ ہو، کتاب کس طرح مل سکتی تھی۔ لائبریرین نے بھی عذر کر دیا۔ ناچار واپس آ کر حضرت صاحب سے صورت معاملہ بیان کر دی۔ اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب آپ پھر جایئے۔ اب کے وہ کتاب آپ کو مل جائے گی۔ مفتی صاحب نے حکم کی تعمیل تو کی۔ مگر حیران تھے کہ جب نام ہی یاد نہیں تو کتاب کو کس طرح اور کہاں تلاش کروں۔ خیر اسی فکر میں مفتی صاحب لائبریری پہنچے۔ اس وقت اتفاق سے لائبریرین ضرورتاً ایک آدھ منٹ کے لئے باہر چلا گیا۔ اس کی میز پر ایک کتاب پڑی ہوئی تھی۔ مفتی صاحب نے بغیر کسی خیال کے ویسے ہی اسے اٹھا لیا۔ کھولا تو مطلوبہ کتاب تھی۔ اس خدائی تصرف کو دیکھ کر مفتی صاحب حیران رہ گئے۔ لائبریرین آیا تو مفتی صاحب نے یہ عجیب واقعہ اس سے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا ''جاؤ کتاب مل جائے گی'' اور غیر متوقع طور پر کتاب فوراً مل گئی۔ لائبریرین نے کہا کہ جناب اگر آپ کچھ دیر پہلے آتے تب بھی آپ کو یہ کتاب نہ ملتی کیونکہ ابھی ابھی باہر سے آئی تھی۔ اور اگر ذرا بھی دیر کے بعد آتے تب بھی یہ کتاب آپ کو نہ ملتی کیونکہ میں اسے فوراً اس کی جگہ رکھوا دیتا۔ اب اسے لے جائیں اور حضرت صاحب کو دکھائیں۔ چنانچہ اس کتاب کا حوالہ حضور نے اپنی کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' درج فرمایا ہے۔ (کتاب لطائف صادق صفحہ 62)

وفات و نماز جنازہ

آخر مسیح الزماں کا یہ محب صادق، مخلص دوست، لائق اور صالح نوجوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک برگزیدہ رکن، مجاہد احمدیت، مبلغ اسلام، انگلستان اور امریکہ کے ظلمت کدوں میں توحید کی شمعیں روشن کرنے والا عظیم وجود تقریباً 85 برس کی عمر پا کر مورخہ 13 جنوری 1957ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بعد از نماز عصر بیت مبارک میں نماز جنازہ پڑھائی۔ اور آپ کے جنازہ کو کندھا دیا۔ اپنے دست مبارک سے مٹی ڈالی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد دعا کرائی اور اس طرح اپنے پیارے غلام اور مجاہد کو رخصت کیا۔ (الفضل 15 جنوری 1957ء)

تصانیف

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی مشہور تصانیف ذیل ہیں:

1) واقعات صحیحہ 2) تحدیث بالنعمت 3) مقصد حیات 4) آئینہ صداقت 5) کفارہ 6) تحقیق جدید متعلق قبر مسیح 7) بائبل کی بشارات بحق سرور کائنات 8) تہنیت نامہ مجتبٰی صادق 9) How to save the World 10) پیر مہر علی شاہ صاحب کو ایک رجسٹرڈ خط 11) Christian Doctrine 12) تحفہ بنارس 13) ہم احمدی کیوں ہوئے؟ 14) ذکر حبیب 15) صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از روئے بائبل 16) لطائف صادق 17) قاعدہ عبرانی (تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 574)

پیاری یادیں

محترمہ امتہ الحئی یحیٰی صاحبہ نے جو حضرت مفتی محمد صادق کی نواسی اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کی پوتی ہیں اپنے نانا جان کی یادیں قلم بند کی ہیں جنہیں قدرے اختصار کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے: «میں تین یا چار سال کی تھی جب ایک دفعہ نانا جان نے پوچھا تمہیں ایک آنہ چاہیے۔ ایک آنہ معمولاً ملنے والے پیسوں سے چار گنا بڑا تھا۔ ایک آنہ ملنے کے تصور سے خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے جوش سے کہا جی جناب مجھے ایک آنہ چاہیے۔ نانا جان نے میرے ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھائے اور کہا اچھا دعا کر والے، اللہ ایک آنہ فلاں دیوار کی فلاں دیوار کی درز میں رکھ دے۔ آمین۔ دعا کے بعد بھاگ کر گئی تو دیکھا اس درز میں ایک آنہ مل گیا اس طرح بہت چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا طریق سکھایا لیکن ابھی ایک اور سبق بھی دینا تھا میں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اے رحیم خدا دیوار کی ہر درز میں ایک آنہ رکھ دے مگر یہ دعا قبول نہ ہوئی تو پھر نانا جان کے پاس گئی۔ آپ نے بتایا کہ صرف خواہش اور دعا کافی نہیں ہوتی کوشش بھی کرنی ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہے کہ وہ کون سی دعا سنتا ہے کون سی نہیں۔''

(ماخوذ از کتاب ''تاریخ احمدیت اور ذکر حبیب'' مصنفہ: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

☆...☆...☆

طلوع وغروب آفتاب

		طلوع فجر	غروب آفتاب
11 جولائی 2020ء			
مکہ مکرمہ	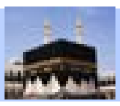	04:19	19:06
مدینہ منورہ	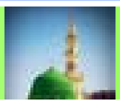	04:11	19:14
قادیان	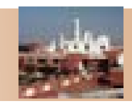	03:54	19:36
ربوہ	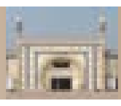	03:34	19:16
اسلام آباد ٹلفورڈ		03:31	21:16